R. N. 2186/57.   Regd. No A 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Telephone No. 29
Telegrams: "ANJUMAN"

قیمت
سالانہ تین روپے
ایک پرچہ
دس نئے پیسے
تاریخ اشاعت
۱' ۸' ۱۵' ۲۲

جلد ۲۰ - شمارہ ۳۶ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | علی گڑھ - ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء

محمد اکبرالدین صدیقی

کچھ رسم الخط کے بارے میں

اُردو رسم الخط کا مسئلہ باوجود اس کے کہ اہل علم و ہنر اس پر مسلسل غور کرتے چلے آ رہے ہیں پھر بھی برعظیم ہند و پاک میں ابھی تک عقدۂ لاینحل بنا ہوا ہے۔ ہندوستان میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دیو ناگری لپی ہو تو جھگڑے مٹ جائیں اور ہند و پاک دونوں جگہ بعض حضرات فرماتے ہیں۔ کہ رومن کیریکٹر اختیار کر لیا جائے۔ یہ دونوں باتیں ہمارے ادب کو پروان چڑھانے کی بجائے زوال پذیر بنا دیں گی۔ ان پر بہت کچھ بحث ہو چکی ہے۔ ہم یہاں ان مباحث سے عمداً گریز کرتے اور یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے رسم الخط میں ہمارا اپنا ٹائپ ہو۔ اگر ہمیں اس میں تھوڑا بہت تغیر و تبدل کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ہمیں کشادہ دلی کے ساتھ قبول کرنے میں بھی ہچکچاہٹ نہ ہو۔ محض اس لئے کہ یہ ہمارا اپنا رہے گا۔ مانگے تانگے کا نہ ہوگا۔

موجودہ ٹائپ پر جو اعتراضات ہیں وہ واقعی وزنی ہیں۔ یعنی جوڑ زیادہ ہیں جگہ زیادہ لیتے ہیں جس کی وجہ سے وقت اور کاغذ زیادہ صرف ہوتا ہے اور اسی بنا پر طباعت گراں ہو جاتی ہے۔ پہلی دقت فنی ہے اور دوسری معاشی۔ جوڑ اگر کم ہو جائیں تو خود بخود دوسری دقت پر بھی قابو حاصل کیا جا سکتا ہے اور اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ دوائر کو خیرباد کہہ دیا جائے اور صبر کی سِل سینے پر رکھ لی جائے۔ لیکن دوائر کی کوئی نہ کوئی متبادل صورت ہونا لازمی ہے۔

اس سلسلے میں اکثر تجویزیں منظر عام پر آتی رہی ہیں۔ ایک تو یہ تھی کہ ہر حرف کو الگ الگ لکھا جائے اور ہر لفظ کے بعد جگہ چھوڑ دی جائے۔ اس سے کرسی کا سوال پیدا ہوا اور بے ترتیبی نظر آئی اور یہ پسند نہیں کیا گیا۔ ایک تجویز یہ بھی منظر عام پر آئی کہ حروف کی شکل میں قدرے تبدیلی کی جائے اس سے حروف الگ الگ لکھے جائیں گے۔ لیکن کرسی قائم ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے: ق و م ی ز ب ا ن (قومی زبان) مگر ظاہر ہے کہ یہ رسم خط بھی ہماری تحریر سے بہت دور جا پڑتا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ تجویزیں پیش ہوئیں لیکن عوام کی بارگاہ میں رد ہوتی رہیں۔

اُردو نامے کے دوسرے شمارے میں ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی صاحب نے ایک فاضلانہ مقالہ اس سلسلے میں سپرد قلم کیا ہے۔ اس میں ان کے خیالات کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

۱۔ ہم صوتی حروف میں صرف ایک حرف باقی رکھا جائے اس طرح ث ص ح ض ذ ع خارج کر دیے جائیں تو ۱۳ جوڑوں یا ۳۰ فی صد کی کمی ہوگی۔ لیکن یہ تجویز چند وجوہ کی بنا پر مناسب نہیں ہے۔ اس کے متعلق کافی بحث ہو چکی ہے۔

۲۔ اُردو کے تمام حروف کے دو حصے ہیں ایک تمیزی اور دوسرا اضافی (یا یوں سمجھئے کہ ہر حرف بہ شکل جوڑ جس سے شناخت ہوتی ہے بنیادی یا تمیزی ہے۔ اور اس کے بعد کا حصہ اضافی) مثلاً ب اور ج میں پہلا تمیزی دوسرا اضافی گویا ب اور ج میں اضافی ایک شوشہ یا ایک دائرہ ہے چونکہ یہ اضافی اور طفیلی ہے اس لئے یہ نہ بھی ہو تو کام چل سکتا ہے۔ اس طرح تمیزی شکل کے حروف کی تعداد :-

ب پ ت ٹ ث ج چ ح خ س ش ص ض ع غ ف ق ک گ ل م ن ی

(۲۳) ہوگی اور سالم حروف جو اپنی سالم شکل لئے ہوئے رہیں گے حسب ذیل ۱۶ ہوں گے۔

ا د ڈ ذ ر ڑ ز ژ ط ظ و ہ ھ ء ے

یہ کل حروف تمیزی اور اضافی مل کر ۳۹ ہوئے اگر تحریر کے لئے موجودہ اور ٹائپ کے لئے مندرجہ روش اختیار کر لی جائے تو ہمیں ہر حرف کے لئے ایک شکل درکار ہوگی اس طرح ہمارے رسم الخط کا دارومدار ۳۸ حروف پر ہے (ء کو خارج سمجھئے) اور دوائر بالکل ذیلی اور حاشی ہیں جو نہ بھی رہیں تو چنداں رکاوٹ نہ ہوگی۔

یہاں تک تو ڈاکٹر صاحب کی رائے سے ہمیں اتفاق ہے لیکن جب تحریر کی مثال پیش کی گئی تو مثال میں لفظ کے ہر حرف کے درمیان فصل باقی رکھا یعنی اس طرح لکھا :۔

اگر ہم تحریر اور ٹائپ کی الگ الگ روش اختیار کر لیں تو

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ تحریری روش میں حسن اور روانی پیدا کرنے کے لئے دائرہ کا استعمال ہو سکتا ہے اور ایک معیاری روش میں دائرہ کا اندازہ یکساں بھی رکھا جا سکتا ہے ۔ مثلاً

آ ڈ یا س ص ض ف ق ک گ ل ن ی وغیرہ

یعنی مطلب یہ ہے کہ دائرے ایک ہی سمت میں آئیں اور ان کے لئے ٹائپ میں ایک ہی کلید ہو جو لفظ کے خاتمے پر آخری حرف کی شکل کو مکمل کرنے پر استعمال ہوگی۔ لیکن چونکہ ٹائپ کی رفتار پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اس لئے ڈاکٹر صاحب نے اسکے استعمال کو مناسب نہیں سمجھا۔

تیسری تجویز یہ ہے کہ نستعلیق اور نسخ کی بجائے تحریر کو خط کوفی کے قریب لانے کی کوشش کی جائے۔ اس میں دائروں کے استعمال کی ضرورت نہ ہوگی لیکن جوڑ کم کئے جا سکیں گے۔ ہم بڑی حد تک ڈاکٹر صاحب کی رائے سے متفق ہیں البتہ تھوڑی سی ترمیم پیش کرتے ہیں۔

یہ کہ جب عبارت ٹائپ کی جا رہی ہو تو ایک لفظ مکمل شکل رکھے اس کا جوڑ واضح نہ ہو۔ جیسا کہ اب ٹائپ میں نہیں ہوتا اور جو ہوتا ہے وہ قابل نظر انداز نہیں ہے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ خاتمے پر آخری حرف کی شکل کو مکمل کرنے کے لئے دائرہ کی (ں) علامت اختیار کی جائے تو پائدار نہیں ہوگی اور سوائے دائرہ رکھنے والے حروف کے کسی دوسرے کے ساتھ موزوں نہ ہو سکے گی۔ اس کی بجائے حرف ب (یعنی بـ) کی اضافی اختتامی شکل (یعنی ـب) بڑھا کر لفظ ختم کر دیا جائے۔ اس سے آٹھ حرف یعنی ب پ ت ٹ ث ف ک اور گ کی شکل میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ دوسرے آٹھ حرف س ش ص ض ق ل ن ی۔ میں قدرے تبدیلی ہوگی یعنی یہ اس طرح لکھے جائیں گے سـ شـ صـ ضـ قـ لـ نـ یـ ۔ اس میں جو تبدیلی ہو رہی ہے وہ گراں اور بار خاطر نہیں ہے البتہ دوسرے چھے حرف ج چ ح خ ع غ کو اگر آخری حرف کی صورت میں جـ چـ حـ خـ عـ غـ اور م کو بھی مـ لکھا جائے تو یہ خار بن کر آنکھوں میں کھٹکے گا۔ اگر بری طرح کھٹکے تو صرف اس کے سرے باقی رکھیے اور اختتامی جوڑ نہ لگائیے اور الفاظ کو اس طرح لکھیے۔ سراج، آنچ، صلاح، کاخ، اطلاع، چراغ، آرام یا پھر گوارا ہو سکے تو اس طرح لکھیے سراجـ، آنچـ، صلاحـ، کاخـ، اطلاعـ، چراغـ اور آرامـ۔

اس رسم خط میں اب دو سطریں ملاحظہ ہوں :۔

مجھے اعتراف ہے کہ مجھے مانگنا نہیں آتا لیکن پھر بھی میں نے اپنا دست سوال آپ کے سامنے پھیلایا ہے اب میرے بڑھے ہاتھوں کی لاج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس طریقے پر اب مکمل حروف تہجی جن میں اضافی ٹکڑا لگایا جائے گا ٹائپ میں اس طرح ہوگی :۔

بـ پـ تـ ٹـ ثـ جـ چـ حـ خـ سـ
شـ صـ ضـ عـ غـ فـ قـ کـ گـ لـ مـ نـ یـ
سولہ حروف یعنی ا د ڈ ذ ر ز ژ ط ظ و ھ ہ ء ے
سالم شکل میں رہیں گے ۔

اس طریقے سے حروف کی شکل میں جو تبدیلیاں ہوئیں حسب ذیل ہیں :۔

ب پ ت ٹ ث ف ک گ ۔ ان آٹھ حروف میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

س ش ص ض ق ل اور ن سات حروف میں قدرے تبدیلی ہوگی جو بہت آسانی سے اور بہ طیب خاطر گوارا کر لی جا سکتی ہے۔

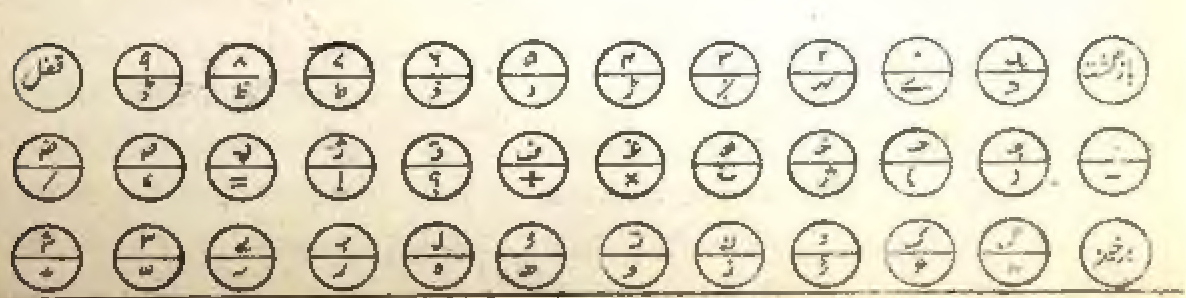
گویا ۲۳ حروف میں (۱۵) حروف کا مسئلہ حل ہو گیا۔

اب ج چ ح خ ع غ اور م اور ی رہ جاتے ہیں جو تبدیلی شکل یعنی جـ چـ وغیرہ کے بعد خار کی طرح آنکھوں میں کھٹکتے رہیں گے اس لئے اگر بہت گراں گذرے تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جا سکتا ہے۔ یعنی الفاظ کے آخر میں آنے پر بھی یہ بجنسہ باقی رکھے ہیں مثلاً سراج، آنچ، سوراخ، آمد، کیے وغیرہ

اب ہمیں بورڈ میں کوئی کلید بڑھائے بغیر ان آٹھ حروف کی موزوں شکل کرنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہو تو بہتر ہے ورنہ پیش کردہ تجویز مقبول ہو تو ہمارا کلیدی بورڈ حسب تفصیل ذیل ہوگا :۔

حروف تہجی	۳۹
علامت اختتامی یا ٹکڑا	۱
اعداد	۹
علامات ریاضی	۱۰
اعراب رموز و اوقاف	۷
جملہ	۶۶
یعنی	۳۳ کلیدیں
بازگشت	۱ کلید
قفل	۱ کلید
بورڈ کو بلند کرنے کے لئے	۱ کلید

اس طرح ۳۶ کلیدیں بورڈ میں آئیں گی اور بورڈ کی شکل حسب ذیل ہوگی :۔



ادار یہ

تہذیب تفریح اور تلقین

ہر تہذیب کا ایک مزاج ہوتا ہے اور اس میں تفریح اور تلقین کے عناصر ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ پرانے زمانے میں تفریحی پہلو، تفصیل چاہتا تھا۔ طلسم ہوش رُبا اس کا ثبوت ہے لیکن یہ تفریحی پہلو بھی ایک تلقین سے خالی نہ تھا۔ اس کی ساری آئینہ بندی حق و باطل کی کش مکش کے گرد تھی۔ موجودہ دور میں جاسوسی ناول اور سستے فلم اس تفریحی پہلو کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان میں بھی عام طور پر مجرم کو سزا ملتی ہے۔ دونوں میں ہیجان پیدا کیا جاتا ہے مگر اس سے اچھا کام کم لیا جاتا ہے۔ یعنی ہیجان مقصد ہو جاتا ہے اچھے جذبات پیدا کرنے کا ذریعہ نہیں بنتا۔ اس قسم کی تفریح کی لے خواہ وہ پرانی ہو یا نئی، اگر بڑھ جائے تو سماج کی ذہنی صحت پر اثر پڑتا ہے۔ ہاں اگر تفریح میں ہی، اچھے جذبات برانگیختہ ہوں، کچھ بصیرت بھی ملے، زندگی کے حقایق کا کچھ عرفان ہو، تو یہ تفریح صحت مند ہو جاتی ہے۔ صنعتی دور میں ہمیشہ یہ خطرہ رہتا ہے کہ تفریح سستی ہوگی، چنانچہ یہ خطرے مغرب میں تو بہت نمایاں ہو گئے ہیں ہمارے ملک میں بھی سامنے آ رہے ہیں۔ جاسوسی ناول یا سستا فلم مواد کو جس طرح پیش کرتا ہے اس کا اثر ذہن پر ضرور ہوتا ہے۔ پھر جرائم پیشہ لوگوں کے انجام پر نظر نہیں جاتی، ان کے عجیب و غریب کارنامے عام ذہنوں کو متاثر کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح بے باکی اور عریانی پر نظر جم جاتی ہے اور وہ زندگی میں بھی اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اسی لئے ہر سماج کو تہذیبی مشاغل میں اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ سنجیدہ مقاصد کی لے کم نہ ہو، ایسی آگ نہ لگے جو تہذیب کے چمن کو خاکستر کر دے بلکہ اس آگ سے وہ چنگاری پیدا کی جائے جو اچھے کاموں کے لئے طاقت کا کام دے۔ ہم فلم کو آرٹ کا ایک شعبہ سمجھتے ہیں۔ اس کے تعلیمی پہلو اور اس کی تہذیبی اہمیت کو مانتے ہیں، مگر موجودہ کاروباری ذہنیت نے اسے بیشتر تجارت کا ایک ذریعہ بنا رکھا ہے جس سے فائدہ کم ہوتا ہے نقصان زیادہ۔ اس طرح جاسوسی ناولوں کی بہتات نے عام ذہنوں کو غلط قدریں دے رکھی ہیں۔ ان کے ہیرو کچھ مجرم، کچھ سر پھرے جاسوس بنتے جا رہے ہیں۔ چونکہ گھریلو زندگی میں بڑی تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور والدین کا اثر کم ہوتا جا رہا ہے اور کچھ وہ لوگ اپنی دلچسپیوں میں اتنے گھرے رہتے ہیں کہ بچوں کی ذہنی نشوونما پر پوری توجہ نہیں کرتے اس لئے یہ نوجوان سب سے زیادہ سستی ناولوں اور جاسوسی کہانیوں اور جذبات کو بھڑکانے والی فلموں کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کا علاج ان چیزوں پر پابندی نہیں۔ اس لئے کہ پابندی سے انسان کی فطری کمزوری اُبھرتی ہے۔ جس چیز سے اسے منع کیا جائے، اس کی طرف وہ ایک کشش محسوس کرتا ہے۔ اس کا صحیح علاج یہ ہے کہ والدین گھروں میں بچوں کو صحت مند قدریں دیں، استاد محض طالب علموں کی ایک بھیڑ کو امتحان اور ڈگری کی منزل کی طرف نہ ہنکائیں، بلکہ جب وہ ان کی تحویل میں ہوں تو انھیں اچھے ادب اور سماجی، اخلاقی اور جمالیاتی قدروں کا کچھ علم عطا کر دیں۔ پھر کتب فروشوں کو بھی اپنی ذمے داری محسوس کرنا چاہیے۔ بچوں کو بہادروں کے کارناموں سے، مناظر قدرت سے، قومی موضوعات سے فطری دلچسپی ہوتی ہے۔ ان چیزوں کو مناسب انتخابات کے ذریعہ سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان کو تو علم کی پیاس ہوتی ہے۔ اب یہ والدین، استادوں، سماج کے کارکنوں کا فرض ہے کہ وہ ان کی پیاس جوہڑ کے پانی سے بجھانے کے بجائے بہتے ہوئے دریا کے پانی سے بجھائیں۔ ادھر فلم والوں میں بھی سنجیدہ سماجی موضوعات پر فلمیں بنانے کی طرف توجہ ہو رہی ہے اور کتب فروشوں نے بھی شعرا کے سستے انتخابات چھاپنے شروع کئے ہیں یہ اچھی بات ہے، مگر اس میں صحت کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اچھا ادب بھی ہیجان عطا کرتا ہے، وہ بھی نشہ پیدا کرتا ہے مگر وہ اس نشہ سے کام لیتا ہے۔ اسے زندگی کے عرفان کے لئے استعمال کرتا ہے۔ یہ بھی خواب عطا کرتا ہے مگر ان خوابوں سے حقائق کی توسیع کا کام لیتا ہے۔

ہندوستانی زبانوں میں جو اچھا ادب ہے اسکے ترجمے نوجوانوں کے لئے بہت مفید ہوں گے۔ بنگالی ناولوں کے ترجمے، تامل، تلگو، ملیالم، مرہٹی، گجراتی کی کہانیوں کے ترجمے، ان کے شاعروں کی نمائندہ نظموں کے انتخابات اگر زیادہ شایع ہوں تو سستی تفریح کے بجائے وہ فرحت حاصل ہوگی جو صحت مند سماج بنائے گی۔ ہم صنعتی دور کو بُرا کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے، ہاں اس دور کی کاروباری ذہنیت کو کم کر سکتے ہیں اس کی تفریح کو معنی خیز اور صحت مند بنا سکتے ہیں اسکے نشے سے نجات کے لئے غذا حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کام کی طرف اپنے اپنے دائرے میں سب کو متوجہ ہونا چاہیے۔ اخبار والے صرف ایسی خبریں نہ چھاپیں جن میں قتل بلقب زنی ڈاکے اور دوسرے جرائم کو سنسنی خیز انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ یہ خبریں دیں ہی نہیں، مگر یہ احساس نہ ہونے پائے کہ زندگی انھیں سے عبارت ہے، بلکہ یہ خیال ترقی کرے کہ یہ چیزیں کم ہونی چاہئیں۔ اسی طرح کتب فروش اور فلم ساز صرف پیسوں کی خاطر قومی معیاروں اور مقصدوں سے نہ کھیلیں۔ وہ بھی سماج کے سامنے جواب دہ ہیں۔ ہر عمر کے الگ الگ تقاضے ہیں۔ پختہ کاروں کے سامنے کچھ بھی آئے وہ اس سے غیر ضروری اثر نہ لیں گے، مگر نئے اور سادہ ذہنوں پر شروع ہی میں اچھے نقش مثبت ہوں، تبھی وہ قومی نگار خانے کی

زینت بن سکتے ہیں۔ ہاں صرف پروپیگنڈے سے بھی کام نہ چلے گا۔ صرف وعظ و پند سے کب کام چلتا ہے۔ پروپیگنڈے کو آرٹ ہونا چاہیئے، وعظ و پند کو زندگی کے حقائق کا مرقع۔ یہ کیسے مان لیا جائے کہ ابلیس آدم سے زیادہ کشش رکھتا ہے جبکہ آدم کی مسلسل جدوجہد اور دشواریوں کے باوجود فتح کے حسین کو عام کرتا ہے۔

اِدھر اُدھر سے

ہندی کے فروغ کیلئے دو کروڑ چالیس لاکھ روپے

وزیر تعلیم ڈاکٹر کے ایل شری مالی نے لوک سبھا میں شری کے پی مالویہ کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ ہندی کی توسیع و ترقی کے لئے دو کروڑ چالیس لاکھ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے اس رقم سے اس مقصد سے متعلقہ اسکیموں کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ ان اسکیموں میں دیگر امور کے علاوہ درج ذیل امور بھی شامل ہیں۔

مختلف زبانوں کی معیاری کتابوں کا ہندی میں ترجمہ ڈکشنریاں وانسائیکلو پیڈیا کی تیاری، یکساں اصطلاحی لغات کو مقبول بنانا، مقبول کتابوں کے ہندی میں سستے اڈیشن نکالنا۔ ہندی کتابوں کی اشاعت کی امداد اور انھیں تحفتاً دینے کا اہتمام کرنا اور ہندی نہ بولنے والی ریاستوں میں ہندی کی نشرو اشاعت نیز ہندی اساتذہ کی تقرریوں کے لئے گرانٹیں دینا۔

تیسرے پلان کی دیگر اسکیموں میں سائنس ٹیکنیکل اصطلاحات کے لئے ایک مستقل کمیشن کا قیام۔ ہندی کے اداروں کو گرانٹیں دینا۔ ہندی اساتذہ کی تنخواہوں پر نظر ثانی۔ ہندی میں اساتذہ کی تربیت اور پڑھانے سے متعلقہ مواد کا اہتمام بھی شامل ہے۔

سوویت یونین میں بنکم چندر کا تحقیقی مطالعہ

لینن گراڈ یونیورسٹی میں ہندوستانی لسانیات کے شعبہ کی صدر ویرانزدی کووا بنگالی زبان کے مشہور ناول نگار بنکم چندر چٹوپادھیائے کی تصانیف کا کئی برس سے مطالعہ کر رہی تھیں۔ اب وہ بنکم چندر پر ایک مقالہ لکھ رہی ہیں۔ انھوں نے کوشش کی ہے کہ اس مقالہ میں وہ اس عظیم ناول نگار کے ذہنی ارتقا کی تصویر پیش کریں۔ اس سلسلہ میں وہ ہندوستان بھی آئی تھیں۔ انھوں نے بنگال کے ادبی نقادوں سے ملاقات کی۔ کلکتہ کے قریب کنتلپارا جا کر انھوں نے بنکم چندر میوزیم میں جس تحریروں کا مطالعہ کیا اور اپنے مقالے کیلئے وسیع معلومات حاصل کیں۔ نودی کووا کا مقالہ جلد ہی مکمل ہو جائے گا۔ سوویت یونین میں بنکم چندر کی تحریروں کا مجموعہ بھی شائع ہو رہا ہے۔

برطانوی کتابوں کی نمائش

ایک اطلاع کے مطابق کتابوں کی مشہور برطانوی فرم ڈبلیو۔ ایچ۔ اسمتھ اینڈ سن لمیٹڈ ہندوستان کے صنعتی میلہ میں کتابوں کی نمائش منعقد کرے گی۔ یہ کتابیں ۱۰۰ سے زائد پبلشروں کی کتابوں میں سے منتخب کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں ۲۰۰ رسالے اور چیدہ چیدہ پینگوئن کتابیں بھی نمائش میں رکھی جائیں گی۔ ہندوستان پر لکھی ہوئی کتابوں کا ایک مخصوص زمرہ ہوگا۔

بیس ہزار سائنسی اصطلاحات کا ترجمہ

کراچی یونیورسٹی کی درسی کتابوں کے شعبۂ نشرو اشاعت نے تقریباً بیس ہزار سائنسی اور فنی اصطلاحات کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے تاکہ اردو زبان میں انھیں استعمال کیا جائے۔ شعبہ کے ڈائرکٹر میجر آفتاب حسن نے ایک بیان میں کہا کہ فنی اصطلاحوں کی انگلش اردو ڈکشنری مرتب کرنے کی بھی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد انگلش اُردو کی ایک عام ڈکشنری بھی تیار کی جائے گی۔

ہندوستان میں کتابوں کا قومی میلہ

معلوم ہوا ہے کہ آئندہ سردیوں کے موسم میں ہندوستان میں کتابوں کا ایک قومی میلہ ہوگا۔ جس کی تحریک گورنر بہار ڈاکٹر ذاکر حسین نے کی ہے۔ یہ میلہ ہندوستان کے ناشروں پرنٹروں اور کتب فروشوں کے تعاون سے ہوگا۔

توقع کی جاتی ہے کہ جب ہندوستان کے ناشر۔ پرنٹر اور کتب فروش ایک جگہ جمع ہو کر تبادلۂ خیالات کریں گے تو اس سے ہندوستان کی یک جہتی کے پروگرام کو فائدہ پہنچے گا۔ ہندوستان بھر کے پبلشروں نے تبادلۂ افکار کے اس پروگرام کا خیر مقدم کیا ہے۔ امید ہے کہ اس میلہ سے اچھی کتابوں کی تخلیق میں کافی مدد ملے گی۔

دہلی اور یوپی کی ووٹر لسٹیں اُردو میں

لوک سبھا میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر قانون مسٹر اشوک سین نے بتایا کہ کچھ علاقوں کے لئے جہاں اُردو بولنے والوں کی کافی آبادی ہے۔ ووٹر لسٹیں اردو میں بھی شائع کی جائیں گی۔ یوپی کے مندرجہ ذیل علاقوں کو اُردو کا علاقہ قرار دیا گیا ہے۔

شہر لکھنو۔ ضلع سہارن پور۔ شہر مرادآباد کو چھوڑ کر ضلع رامپور۔ ضلع بریلی۔ ضلع بجنور۔ ضلع مرادآباد۔ ضلع مظفر نگر۔

ضروری اعلان: براہ مہربانی خط کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے!
(منیجر)

خالد ندیم

غزل

رعنائی جمال بھی ہے، دل کشی بھی ہے
جن راستوں پہ ہم ہیں وہاں روشنی بھی ہے
کچھ یہ بھی ہے کہ ضبط کا یارا نہیں رہیں
کچھ چشم التفات کی جادوگری بھی ہے
جاکر نکل تو جائیں ہجوم جہاں سے ہم
لیکن اسی دیار میں تیری گلی بھی ہے
شاید اسی کا نام ہے تکمیل آرزو!
سیرابی دہن بھی ہے تشنہ لبی بھی ہے
اس جذب خامکار کو کیا کیجئے ندیم
جینے کا حوصلہ ہے مگر بے دلی بھی ہے

سلام نوری

غزل

گلوں میں جب تلک ہرگز نہ رنگ و بو آئے
اتر کے جن میں نہ کچھ اپنا بھی لہو آئے
دکھائے دہر کو کوئی جہاں سے عشق کا کام
فلک کے چاند ستاروں تلک کو چھو آئے
کسی نے ہم سے کہا ہے یہی کمال شوق
کبھی نہ لب پہ ترے حرف آرزو آئے
چراغ فکر جلے حسرتوں کے داغ جلیں
کبھی کبھی وہ خیالوں میں ماہ رو آئے
بتاؤں میں بھی کہ کیا ہوں میں اس زمانہ میں
کسی کو کہنا ہے کچھ آئے روبرو آئے
بجھی ہوئی ہے زمانے میں جن کی دھوم سلام
ہمارے شہر میں چند ایسے خوش گلو آئے

محمد تقی اختر انصاری

غزل

جب سے نسبت ہوئی ساقی ترے میخانے سے
ہم ہر اک غم سے ہوئے جاتے ہیں بیگانے سے
آج ٹھکراتا ہے نفرت سے زمانہ مجھ کو
کل سبق لے گا زمانہ مرے افسانے سے
تنگ ہے خانہ بے وہ رند جو یہ کہتا ہے
پیاس بجھتی نہیں ٹوٹے ہوئے پیمانے سے
بے نیاز غم دوراں ہوئے الفت میں تری
آئینہ زیست ہوئی غم ترا اپنانے سے
زندگی بھر میں اسی راہ کو ڈھونڈوں گا اختر
زندگی ملتی ہے جس راہ میں مٹ جانے سے

شمس فریدی

قطعہ

کب تک

عشق سے حسن بدگماں کب تک • نالہ جائے گا رائیگاں کب تک
ساز دل بن کے پاس آجاؤ • سوز دل اور سوز جاں کب تک؟

قادر بانکوٹی

غزل

خون دل سے راستوں کو لالہ گوں کرتے ہوئے
آج پھر نکلے ہیں ہم، رقص جنوں کرتے ہوئے
بے رخی تیری وہی ہے اضطراب دل وہی
کٹ گئی اک عمر، امید سکوں کرتے ہوئے
جیسے ادنیٰ حادثہ تھا یہ رہ تدبیر کا
آئے ہیں تقدیر کو یوں سرنگوں کرتے ہوئے
ذکر اس رخ کا بھی چھیڑو دوستو! جس کے طفیل
جا رہے ہو ظلمتوں کو سرنگوں کرتے ہوئے

جلیل نظامپوری

غزل

نقص نظر نہ سمجھے حسن نظر نہ جانے
نیرنگ عاشقی کو ہم عمر بھر نہ جانے
آنسو چھلک چکے ہیں آہیں نکل رہی ہیں
گل اور کیا کھلائے یاد سحر نہ جانے
اس بے خبر کا رنگ ایثار کون سمجھے
جو سب سے باخبر ہو اپنی خبر نہ جانے
دنیا کا ہر تماشا دیکھا فریب نکلا
اسرار زندگی کو اہل نظر نہ جانے
علموں کی جستجو میں عمر عزیز گزری
ارباب علم و فن بھی شان ہنر نہ جانے
رگ رگ لئے ہوئے ہے پیکان عشق لیکن
کیوں جھیلتا چلا ہے درد جگر نہ جانے

اختر لکھنوی

چار شعر

ہے سہاروں پہ زندگی کا مدار
اور اک ہم کہ بے سہارے ہیں
کل ترا التفات تھا ان پر
آج جو سب دکھی کے مارے ہیں
دل شکستہ نہ ہو جنوں سے
جیت تمہاری ہم ہارے ہیں
آخر اس برہمی سے کیا حاصل
ہم تو ہر حال میں تمہارے ہیں

سائرہ گلشن آبادی

غزل

چاہت ہے راہ جینے کی فرصت نہیں
ابتدائے انتہائے اپنا افسانہ نہیں
کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا مزاج عاشقی
کس کو دیوانہ کہیں ہم کس کو فرزانہ کہیں
کوئی بھی گلشن میں اپنا ہمنوا ملتا نہیں
آہ! کس سے اپنی بربادی کا افسانہ کہیں
حسن کی صرف اک تجلی سیکڑوں ہیں تمنائیاں • اک شمع ہے محفل میں یہ کس کو پروانہ کہیں

مراسلات

لفظ خاتم کے معنی کی تشریح

۸ستمبر ۱۹۶۱ء کے اخبار "ہماری زبان" میں جناب ضیاء احمد بدایونی کا مراسلہ جو "کچھ لفظ خاتم کے متعلق" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں لفظ خاتم کے معنی ختم اور بند کرنے کے بھی کئے گئے ہیں۔ اور جو سند اس کی گئی ہے وہ کمزور ہے۔ اس کے مقابل پر درج ذیل تشریح سے اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

خاتم کا لفظ عربی زبان میں بند کرنے کے معنوں میں کبھی استعمال نہیں ہوا۔ اس کے معنی مُہر اور انگشتری کے ہی ہیں اور خاتم کا لفظ کمال کے معنوں میں بھی عربی زبان میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ اور انہی معنوں میں حضرت غوث الاعظم پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ختم کا لفظ اپنے قول بلک تختم الولایۃ (فتوح الغیب مقالہ نمبر۴) میں استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ پھر تو سلوک کی منازل طے کرتے کرتے ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے گا۔ جہاں ولایت ختم ہو جائے گی۔ یعنی تو خاتم الاولیاء بن جائے گا۔ اور انہی معنوں میں یہ لفظ فارسی اور اردو میں استعمال ہونے لگا ہے۔ چنانچہ فارسی زبان کا ایک مشہور شاعر انوری غیاث الدین بادشاہ کی تعریف میں کہتا ہے ؎

نادر گیتی نزادہ زیر چرخ چنبری
بادشاہے چوں غیاث الدین گدا چوں انوری
بر تو سلطانیست ختم و بر من مسکیں سخن
چوں شجاعت بر علیؓ و بر نبیؐ پیغمبری

کہ جس طرح رسول مقبولؐ پر نبوت اور حضرت علی رضؓ پر شجاعت ختم ہے، اسی طرح غیاث الدین پر بادشاہی اور مجھ پر شاعری ختم ہے۔

استعمال اور محاورہ میں جب کسی کمال کے لئے ختم کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس کمال کے انتہائی درجہ کو حاصل کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے ہیں ؎

ختم کردہ عدل و انصافش بحق
آفراست بردہ از مردان سبق

(منطق الطیر ص۳۹)

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عدل و انصاف ختم ہو گیا یعنی آپ عدل و انصاف کرنے میں درجہ کمال پر تھے۔

جناب مولوی الطاف حسین صاحب حالی شیخ سعدی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ہمارے نزدیک جس طرح طعن و ضرب اور جنگ حرب کا بیان فردوسی پر ختم ہے اسی طرح اخلاق، نصیحت و پند، عشق و جوانی ظرافت و مزاح، زہد و ریا وغیرہ کا بیان شیخ (شیخ سعدی) پر ختم ہے۔" (رسالہ حیات سعدی ص۱۰۸)

لفظ ختم کے استعمال کا یہ طریق عربی، فارسی اور اردو میں شائع و متعارف ہے۔

قرآن مجید میں خاتَم تاء کی زبر سے لکھا ہے جس کے معنی بالاتفاق مُہر کے ہیں۔ دوسری قرأت خاتِم تاء کی زیر سے ہے۔ جس کے دو معنی ہیں۔

(۱) مُہر۔ (۲) مُہر لگانے والا۔ اور مُہر تصدیق کے لئے لگائی جاتی ہے۔ اس صورت میں خاتم النبیین کے معنی یہ ہوئے کہ آپؐ سب نبیوں کے مصدق ہیں اور کسی نبی کی نبوت اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی کسی کو کمال روحانی حاصل ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ آپؐ کی مُہر (تصدیق) اس کے ساتھ نہ ہو۔ چنانچہ مولوی آل حسن صاحب نے اپنی کتاب استفسار پر حاشیہ ازالۂ اوہام ص۳۴۹ میں لکھا ہے:۔

"کہ انبیائے بنی اسرائیل پر ایمان لانے کی بجز تصدیق حضرت خاتم النبیین کے اور کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔"

اس کے ایک معنی خاتِم بکسر تاء ہونے کی صورت میں بھی مُہر کے ہوتے ہیں۔ لغت کی کتاب میں لکھا ہے:۔

"والخاتمُ ما یوضع علی الطینۃ وحلی للا صبع کالخاتِم والخاتام والخیتام۔"

(القاموس المحیط)

آیت قرآنی میں لفظ خاتم مضاف ہے اور النبیین مضاف الیہ۔ اس کی وجہ سے خاتم النبیین مرکب اضافی کہلاتا ہے۔ استقراء زبان عربی سے یہ قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ جب لفظ خاتم کی صاحب کمال جماعت کی طرف سے مضاف اور اس مرکب اضافی کا استعمال مقام مدح پر ہوا ہو تو اس کے معنی اس جماعت کے اکمل اور افضل فرد کے سوا اور کچھ نہیں ہوتے۔

خاتم کے بصورت مرکب اضافی استعمال کی چند مثالیں درج ذیل کی جاتی ہیں:۔

(۱) ابو تمام شاعر کو خاتم الشعراء لکھا ہے۔
(وفیات الاعیان جلد اول)

(۲) ابوالطیب کو خاتم الشعراء کہا گیا ہے۔
(مقدمہ دیوان المتنبی مصری ص ک)

(۳) دراصل ابوالعلا المعری خاتم الشعراء تھا۔
(حوالہ مذکورہ حاشیہ)

(۴) شیخ علی حزیں کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھتے ہیں۔ (حیاتِ سعدی صـ۱۱۱)

(۵) حبیب شیرازی کو ایران میں خاتم الشعراء سمجھا جاتا ہے۔ (حیاتِ سعدی صـ۸۷)

(۶) حضرت علیؓ خاتم الاولیاء ہیں۔
(تفسیر صافی۔ سورۂ احزاب)

(۷) امام شافعی خاتم الاولیاء تھے۔
(التحفۃ السنیۃ صـ۴۵)

(۸) شیخ ابن العربی خاتم الاولیاء تھے۔
(سرورق فتوحات مکیہ)

(۹) شیخ الازہر سلیم البشری کو خاتم المحققین قرار دیا گیا ہے۔ (الحراب صـ۱۳۳)

(۱۰) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا جاتا ہے۔ (عجالہ نافعہ جلد اول)

(۱۱) شاہ عبدالعزیز صاحب خاتم المحدثین والمفسرین تھے۔
(ہدیۃ الشیعہ صـ۴)

(۱۲) مولوی محمد قاسم صاحب کو خاتم المفسرین لکھا گیا۔
(اسرارِ قرآنی ٹائیٹل پیج)

(۱۳) بادشاہ خاتم الحکام ہوتا ہے۔ (حجۃ الاسلام صـ۳۵)

(۱۴) الشیخ الصدوق کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔
(کتاب من لایحضرہ الفقیہ)

(۱۵) حضرت عباسؓ خاتم المہاجرین ہیں۔
(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۸)

اگر ایسی مثالوں کا استقصاء کیا جائے تو صدہا مثالیں مل سکتی ہیں۔ مگر اس کے برخلاف ایک مثال نہیں دی جا سکتی۔

پس خاتم النبیین کے معنی عربی زبان کی تحقیق کے مطابق صرف یہی ہیں کہ آپ افضل النبیین اور اکمل المرسلین ہیں۔ پس خاتم النبیین کے معنی کے ساتھ ساتھ لفظ خاتم اور ختم دونوں کے معنی واضح ہیں۔

(مسعود احمد انیس شاہجہاں پوری)

اُردو کے نئے اعراب

"اُردو کے نئے اعراب اور اُنکی اہمیت" ہماری زبان مورخہ ۲۲ر اگست ۱۹۶۱ء میں اوپر کے عنوان کے تحت نیچے کی ہندی اور سنسکرت کی جو مثالیں دی گئی ہیں، ان سے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے انکی نسبت حسب ذیل عرض ہے:-

جوالا، سور، نیاے، سواگت، تیاگ اور دویستھا مثالوں میں ہر لفظ کا ابتدائی حرف اپنی آدھی یا مدھم آواز کو ظاہر کرتا ہے اردو کے قاعدہ نمبر ہی استعمال کرنا چاہیئے، لیکن اُردو میں ہندی کے برخلاف خود زبر یا زیر یا جزم بھی آدھی آواز کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسی صورت میں ان لفظوں کی لکھاوٹ میں نیمے کی بجائے زبر یا زیر ہی سے کام لینا چاہیئے۔ اُردو میں عموماً زبر لکھا نہیں جاتا، خاص موقع پہ ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔ اوپر کی مثالوں کو یوں لکھا جائے گا:- جوالا، سور، نیاے (از روئے اصول اعراب)، سواگت، تیاگ اور دویستھا۔ واضح ہو کہ نیمے کا استعمال خاص طور پر انگریزی کے (S) سے شروع ہونے والے لفظوں (جیسے سکول، سٹیج وغیرہ) اور اُردو یا ہندی کے پائے مخلوطی والے لفظوں کے لکھنے ہی میں کرنا چاہیئے۔ (غلام رسول)

شکریہ و تصحیح

۸ر ستمبر کے "ہماری زبان" میں جناب محمد بشیر الحق صاحب نے میری تالیف "داستان تاریخ اُردو" کی چند غلطیوں کی تصحیح فرمائی ہے۔ میں ان کا نہایت ممنون ہوا اور میں نے فوراً اپنے نسخے میں ان اغلاط کو درست کر لیا۔ اور بعض جگہ ان کی عبارت ہی نقل کر دی۔

بشیر الحق صاحب کو سرسری مطالعہ سے یہ اغلاط نظر آ گئے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اس طرح کی اور غلطیاں بھی کتاب میں رہ گئی ہوں گی۔ اس لئے میں ان کا نہایت شکر گذار ہوں گا اگر وہ تمام کتاب کو غائر نظر سے مطالعہ فرما کر میری دوسری غلطیوں کی بھی اصلاح فرما دیں۔

یا کوئی دوسرے ادیب و محقق میرے لئے یہ تکلیف گوارا فرمائیں۔ میں داستان تاریخ اُردو کا تیسرا ایڈیشن پاکستان سے شائع کرنا چاہتا ہوں، لیکن اب میرا حال یہ ہو گیا ہے کہ دل و دماغ پریشان رہتے ہیں اور لکھتے ہیں ہاتھ میں رعشہ ہونے لگا ہے۔ ہندوستان یا پاکستان کے کوئی نقاد و ادیب میری اعانت فرمائیں تو میں نہایت ممنون ہوں گا۔

(حامد حسن قادری ـ کراچی)

تبرکات غالب

"تبرکات غالب" کے سلسلے میں پروفیسر سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیبؔ کا مراسلہ اخبار ہماری زبان ۲۲ر اگست ۱۹۶۱ء میں نظر نواز ہوا۔ "چشم چند" "دم چند" کا املا "چشمے چند" "دمے چند" ہی ہونا چاہیئے تھا جس پر میں نے بروقت کوئی توجہ نہیں کی ورنہ شیخ سعدیؒ کے دیرینہ مشہور اشعار ہی اس کے املائی رہنمائی کے لئے کافی تھے۔ شیخ سعدیؒ کے اشعار یہ ہیں:-

سگِ اصحاب کہف روزے چند ● پئے نیکاں گرفت مردم شد
دمحقق بود نہ دانشمند ● چارپائے بر و کتابے چند

اسی طرح دوسرے مکتوب میں جناب ابو محمد صاحب سحر نے جن ماخذوں کے پیش نظر "قادر نامہ" کا وجود بتایا ہے وہ ماخذ میرے رو برو نہیں تھے۔ تاہم میں خوش ہوں کہ میرا لکھنا رائگاں نہیں گیا۔ رفعت بھوپالی کی شہادت اس ضمن میں شہادت راسخہ ہے جس سے "قادر نامے" کو غالب کی تصنیف ماننے نہ ماننے کا تذبذب دور ہو جاتا ہے۔ میں دونوں حضرات کا ممنون ہوں۔

(معراج دھولپوری)

انجمن کا خبر نامہ

مخدوم اور سلیمان اریب کے مجموعوں کی رسم اجراء

حیدرآباد۔ ۱۳ستمبر۔ اسپیکر آندھرا پردیش اسمبلی شری کالیشور راؤ نے دو ممتاز مقامی شعراء مخدوم محی الدین اور سلیمان اریب کے مجموعہ ہائے کلام "گل تر" اور "پاس گریباں" کی رسم اشاعت انجام دی۔ اُردو ہال میں منعقدہ اس تقریب میں مسٹر کالیشور راؤ نے اعلان کیا کہ آندھرا پردیش میں اُردو اور تلنگی دونوں زبانوں کو ساتھ ساتھ ترقی دینا مرکز اور ریاستی حکومت کا اولین فریضہ ہے۔ مخدوم محی الدین کا مجموعہ کلام "گل تر" مکتبہ صبا کی جانب اور سلیمان اریب کا مجموعہ کلام "پاس گریباں" انجمن ترقی اردو حیدرآباد کی جانب سے شائع کیا گیا۔ مسٹر کالیشور راؤ نے اپنی صدارتی تقریر میں حیدرآباد کو "دو زبانی شہر" قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس شہر کی طرح ریاست آندھرا پردیش میں بھی اُردو اور تلگو بولنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے ان دونوں زبانوں کو ترقی دینا ہمارا فرض ہے۔ انھوں نے کہا کہ دستور میں جن (۱۴) زبانوں کو تسلیم کیا گیا ہے ان میں دوسری تمام زبانوں کا کوئی نہ کوئی علاقہ اور ریاست موجود ہے لیکن آندھرا پردیش اردو اور تلگو دونوں زبانوں کی مشترکہ ریاست ہے۔ بالخصوص اُردو کو ہماری ریاست میں ایک مخصوص مقام حاصل ہے۔ شہر حیدرآباد کے بانی گولکنڈہ کے قطب شاہی بادشاہ اُردو اور تلگو دونوں زبانوں کے سرپرست تھے۔ اور ان کے وارثوں کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم پورے خلوص اور ہمدردی کے ساتھ اُردو زبان کی ترقی و ترویج میں حصہ لیں۔ اسپیکر نے اس بات پر اظہار مسرت کیا کہ وزیر اعظم نہرو نے بھی اپنی مادری زبان اُردو لکھوائی ہے۔ انھوں نے کہا کہ وزیر اعظم نہرو کی خواہش کے مطابق قومی اتحاد کے قیام میں حیدرآباد بڑا اہم حصہ ادا کر سکتا ہے کیونکہ یہ شہر نہ صرف اردو اور تلگو کے اتحاد بلکہ ہندو مسلم اتحاد کا بھی مرکز ہے۔ مختلف ثقافتوں کے نمائندہ اس شہر میں لسانی رواداری کے جس جذبہ کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے وہ قومی اتحاد کو فروغ دینے کی کوششوں میں بھی بے حد اہم ثابت ہو سکتا ہے۔ مسٹر کالیشور راؤ نے کہا کہ اس ریاست میں اُردو کو ترقی دینے کی خصوصی ذمہ داری کے پیش نظر ہی تلگو اکیڈیمی آف سائنس اینڈ ہسٹری کو اب اُردو اینڈ تلگو اکیڈیمی بنا دیا گیا ہے۔ اسپیکر نے اُردو شعراء اور مصنفین کو مشورہ دیا کہ وہ چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھیں جنھیں اُردو و تلگو اکیڈیمی بڑی خوشی کے ساتھ شائع کرے گی کیونکہ ہم اپنے وسائل سے اس ریاست کی ایک اہم زبان کو ترقی کے پورے پورے مواقع دینا چاہتے ہیں۔ مسٹر کالیشور راؤ نے دونوں شعراء مخدوم محی الدین اور سلیمان اریب کی گل پوشی بھی کی۔ سکریٹری انجمن ترقی اُردو مسٹر حبیب الرحمن نے اپنی خیر مقدمی تقریر میں کہا کہ ان کتابوں کی اشاعت جہاں اُردو زبان کی ترقی کی علامت ہے وہیں اس زبان کے مستقبل کے متعلق بھی امیدیں پیدا ہوتی ہیں۔ حبیب الرحمن نے کہا کہ انجمن ترقی اُردو بھی نظم و نثر کی زیادہ سے زیادہ کتابیں شائع کرنا چاہتی ہے لیکن اس کا مالی موقف اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ اپنے محدود مالی وسائل کے باوجود انجمن نظم و نثر کی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھنے کی پوری پوری کوشش کرے گی۔

اس موقع پر شاہد صدیقی، عالم خوندمیری اور اختر حسن نے بھی ان دونوں شاعروں کے کارناموں کو سراہا اور مبارک باد دی۔ آخر میں فائن آرٹس اکیڈیمی کے فنکاروں نے ان دونوں شعرا کا کلام ساز کے ساتھ پیش کیا۔

بزم کہکشان ادب پٹنہ کی ایک خصوصی نشست

اُردو کے مشہور شاعر اور نقاد ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی کے اعزاز میں کلیم عاجز صاحب کے دولتکدہ پر زیر صدارت سید وزیر حسین وزیر رسل و رسائل اور بجالیات ریاست بہار منعقد ہوئی۔ ڈاکٹر اعظمی نے اس جلسے میں تقریر فرماتے ہوئے ادب کے بعض نہایت اہم مسائل پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ ادب کو روایت کا پابند نہ ہو کر زندگی کی ان حقیقتوں کا ترجمان ہونا چاہیے جو عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کریں بڑے فنکار خواہ ان کا تعلق ملک کے کسی گوشے سے ہو باعث احترام ہیں اگر ان کا فن انفرادیت اور افادیت کا علمبردار ہے۔ نری اور کورانہ تقلید کی مذمت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ یہ ایک ایسا گھن ہے جو ادب اور فن کو کھوکھلا کرتا جا رہا ہے جس سے نہ صرف بڑے فنکاروں کو بلکہ نوجوان اور ذہین پود کو بھی بچنا چاہیے۔

اس سلسلے میں ایک بزم شعر و سخن بھی منعقد ہوئی جس میں جناب قیوم خضر ایڈیٹر اشارہ پٹنہ، جناب وفا ملکپوری ایڈیٹر صبح نو پٹنہ، جناب شعیب راہی، جناب رضا نقوی واہی، جناب شہزاد منصوری، جناب علیم اللہ خالق، اور جناب خلیل الرحمن اعظمی نے اپنا کلام سنایا۔ ان کے علاوہ علامہ جمیل مظہری، ڈاکٹر علی اکبر نقوی صدر بزم۔ جناب سہیل عظیم آبادی، پروفیسر عبد المغنی، جناب کلیم عاجز، جناب عبد المنان اور جناب انجم فاطمی نے شرکت کی۔ بزم کے سکریٹری جناب شعیب راہی کے پٹنہ سے چلے جانے کی وجہ سے اس عہدے کے لئے انجم فاطمی صاحب کا نام پیش کیا گیا جسے اراکین بزم نے متفقہ طور پر منظور کیا۔

آخر میں جناب صدر نے بزم کی ان چیزوں کی اشاعت کے لئے ایک معقول رقم کا اعلان فرمایا جو وقتاً فوقتاً یہاں پڑھی جاتی ہیں۔ بزم اس کے لئے صدر محترم کی ممنون ہے کہ انھوں نے اُردو زبان و ادب کی اشاعت کے لئے بلند حوصلگی اور عالی ظرفی کا ثبوت دیا۔

(سکریٹری بزم کہکشان ادب پٹنہ)

[illegible]

انجمن ترقی اردو کامٹی کی ماہانہ ادبی نشست

انجمن ترقی اُردو کامٹی کی ماہانہ ادبی نشست ۱۲ ستمبر ۷۶ء کو بوقت دس بجے شب زیر صدارت عبدالستار صاحب فاروقی منعقد ہوئی جس میں مشہور شاعر جناب کیلاش ماہر بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے۔

نشست کا آغاز مہمان خصوصی جناب کیلاش ماہر کی غزل سے ہوا۔ ان کے بعد سوز خضرائی، عبدالخالق ارمان، ہمایوں اقبال، مولانا راہی اور بشیر اثر صاحبان نے بالترتیب اپنی اپنی غزلوں سے سامعین کو نوازا۔ پھر ناظم انصاری صاحب نے اپنا مزاحیہ کلام پیش کیا اور جناب شاہد کبیر نے ایک نظم بعنوان "اجنبی" پڑھی۔ ان کے بعد حمید ناگپوری صاحب نے غزل سُنائی اور پنڈت سوز ہوشیارپوری نے چند قطعات پیش کئے۔ (ظہیر الحسن، سکریٹری)

احمد آباد میں ادبی سرکل کا قیام

۱۲ ستمبر ۷۶ء کو محمد علوی کے مکان پر ادبی سرکل کے قیام کے سلسلے میں ایک شاندار نشست بشیر احمد زخمی کی صدارت میں ہوئی جس کا ادبی سرکل کے جنرل سکریٹری کے لئے رحمت امروہوی، معاون سکریٹری کے لئے عادل منصوری، اور خازن کے لئے جمیل کلیمی کے نام منظور کئے گئے۔ اس کے بعد پروگرام کے مطابق عادل منصوری نے اپنی نظم "تو اور میں" سُنائی۔ رحمت امروہوی نے اپنی نظم "کش مکش" سنائی۔ سرشار بلند شہری نے اپنے دوہے سنائے۔ محمد علوی نے "قربت" کے عنوان سے نظم سنائی اور آخر میں جناب صدر نے اپنی غزل سُنائی۔ اس کے بعد ان تخلیقات پر تبصرہ کیا گیا۔ اور آئندہ میٹنگ کا پروگرام مرتب کرنے کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ (عادل منصوری۔ معاون سکریٹری)

اردو مجلس میں عبدالرحیم خانخاناں کے فن پر مقالے

اُردو مجلس حیدرآباد کا ماہانہ ادبی اجلاس ۲۲ اگست ۷۶ء کو شام کے ۵ بجے اُردو ہال واقع حمایت نگر میں منعقد ہوا۔ پروگرام کے مطابق پنڈت ونشی دھرجی ودیا لنکار نے "عبدالرحیم خانخاناں کی ہندی شاعری" کے زیر عنوان اپنا گراں قدر اور تحقیقی مقالہ سنایا اور بتایا کہ خانخاناں کا مرتبہ ہندی شاعری میں بلند و بالا ہے، وہ میرے ان چند محبوب شاعروں میں سے ایک ہیں جن کے کلام کا میرے دل پر بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ اور جن کے کلام کو میں بار بار پڑھ کر بھی کئی بار شوق سے پڑھتا اور دوسروں کو بھی بار بار سناتے ہوئے کبھی تھکتا نہیں ہوں۔

زندگی کے تجربوں کو خانخاناں نے دوہوں میں اس قدر عمدگی سے قلمبند کیا ہے کہ وہ ہیروں کی مانند چمکتے دکھتے نظر آتے ہیں۔ جب تک ہندی اور ہندوستان قائم ہے تب تک رحیم خانخاناں کا نام عزت و احترام کے ساتھ لیا جاتا رہے گا۔

پنڈت ونشی دھر کے بعد مسٹر مغنی الدین احمد نے خانخاناں کی فارسی شاعری پر مضمون پڑھا جس میں انھوں نے کہا کہ وہ خود بھی عالم و فاضل تھے اور اہل علم کے قدر دان۔ رحیم کے دربار میں ۵۰ شاعر، ۳۱ عالم اور کئی اہل کمال تھے جن میں فارسی کے مایۂ ناز شعرا عرفی اور نظیری بھی متوسل تھے۔ اکبر نے شہزادہ سلیم (جہانگیر) کی تعلیم و تربیت کے لئے خانخاناں کا انتخاب کیا تھا۔ رحیم، عربی، ترکی اور ہندی زبانوں کے ماہر تھے اور سنسکرت سے بھی واقف تھے۔ اس کے بعد محفل شعر و سخن ہوئی۔

آخر میں شری ایل۔ این۔ گپتا صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں اُردو مجلس کی ادبی سرگرمیوں کو خراج تحسین ادا کیا اور خانخاناں کے ادبی مرتبے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک انسان پرست فرد اور ایک انسان دوست شاعر تھے۔

محمد منظور احمد معتمد اعزازی اُردو مجلس کے شکریہ پر ساڑھے آٹھ بجے یہ دلچسپ ادبی اجلاس برخاست ہوا۔ (وقار خلیل)

بہار یونیورسٹی میں انجمن ترقی اُردو کی کوششیں بارآور ہوئیں

بہار کے اُردو داں طبقے کے لئے یہ خبر بڑی مسرت افزا ہوگی کہ بہار کی موجودہ وزارت نے اُردو داں طبقہ کا یہ قدیم مطالبہ منظور کر لیا ہے کہ لنگٹ سنگھ کالج میں سال رواں سے اُردو ایم اے کی تعلیم شروع کردی جائے۔ وزارت کے حکم اور بہار یونیورسٹی میں

وائس چانسلر کو یہ ہدایت کردی گئی ہے کہ اسی سال سے اُردو ایم اے کی تعلیم لنگٹ سنگھ کالج مظفر پور میں شروع کردی جائے۔

پچاس فی صد اخراجات کے لئے وائس چانسلر یو۔ جی سی سے مطلوبہ رقم دینے سے معذوری ظاہر کرے تو ایسی صورت میں حکومت بہار کل اخراجات برداشت کرسکتی ہے "

اگرچہ یونیورسٹی کا ایک حلقہ وزارت تعلیم کے ہدایت نامہ میں خاطر خواہ دلچسپی نہیں لے رہا ہے پھر بھی اس کو پوری توقع ہے کہ ستمبر کی پندرہ بیس تاریخ تک ایم اے اُردو کی تعلیم شروع ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں بہار ریاستی انجمن ترقی اُردو کی ساعت سال جدوجہد رنگ لا رہی ہے۔ یاد رہے کہ انجمن کے وفود آنجہانی رائے بہادر شیام نندن سہائے و سابق وائس چانسلر ڈاکٹر لکھن رام سے ملے تھے۔ نیز اس مسئلہ کی بابت انجمن نے لسانی اقلیتی کمشنر کو بھی متوجہ کیا۔ چنانچہ کمشنر نے موجودہ وائس چانسلر سے گفتگو کی۔ کمشنر نے اپنے پچھلے سال کی رپورٹ میں انجمن کے مطالبہ اور اپنی سفارش کا ذکر بھی کیا ہے۔

ایم۔ اے اردو سال اوّل میں داخلہ چاہنے والے طلبہ جلد از جلد اپنی درخواستیں پرنسپل لنگٹ سنگھ کالج مظفر پور کے نام بھیج دیں۔

بھوپال کی سیاسی اور ادبی تاریخ

محمد عرفان صاحب بھوپال کی سیاسی اور ادبی تاریخ تین جلدوں میں لکھ رہے ہیں جو عنقریب شائع ہونے والی ہے ۱۵۰۰ صفحات کی اس ضخیم کتاب میں بھوپال کی علمی و ادبی سیاسی و معاشی، ثقافتی اور تہذیبی حیثیت و اہمیت کا جائزہ لیا گیا ہے۔

تبصرے

ضیاء احمد بدایونی

کنوز القرآن ۔ مولفہ قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی
استاد شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ناشر۔ مکتبۂ برہان۔ اُردو بازار۔ جامع مسجد۔ دہلی ۶
قیمت مجلد ۶ — غیر مجلد ۵

کلام مجید کی خدمت، تفسیر، تشریح، تلخیص، ترجمہ جس صورت میں بھی ہو بے شبہ دین و انسانیت کی خدمت ہے۔ تقریباً چودہ سو برس کی مدت میں امت نے اس قدس کتاب پر جو کام کیا ہے اگر اس کی کوئی فہرست مرتب کی جاسکے تو اس کے لئے کئی مجلدات درکار ہوں گی۔ زیر نظر کتاب کنوز القرآن بھی اسی قبیل کی ایک کامیاب اور مفید کوشش ہے۔ فاضل محترم قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی جو جامع ازہر مصر سے المتخصص فی الدعوۃ والارشاد کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں نہ صرف دینیات کے استاد ہیں۔ بلکہ اپنے اندر خدمت کا جذبہ بھی رکھتے ہیں۔ موصوف اس سے قبل بھی دینی مباحث پر لکھ چکے ہیں۔ کنوز القرآن میں ۶۰ عنوانات کے تحت قرآن حکیم کے اقتباسات مع اردو و انگریزی ترجمے کے دئے گئے ہیں اقتباسات اہم اعتقادی۔ اخلاقی اور فقہی مسائل پر حاوی ہیں۔ اردو ترجمہ لفظی ہوتے ہوئے بھی صاف اور سلیس ہے۔ انگریزی ترجمہ علامہ عبد اللہ یوسف علی کا ہے۔ اور حواشی بھی بیشتر انھیں سے ماخوذ ہیں۔

اس مختصر مجموعے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان یہ جان لیں کہ قرآن کی تعلیم کا خلاصہ کیا ہے، اور وہ ہم سے کیا توقع رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ غیر مسلم حضرات بھی اس سے اپنی معلومات میں اضافہ کرسکتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ قاضی صاحب آئندہ بھی اس سلسلے کو جاری رکھیں گے۔ اور ان کی یہ کوشش سنجیدہ علمی حلقوں میں قدر کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

لسانی کمیٹی کو جوابات موصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۵ اکتوبر

معلوم ہوا ہے کہ اتر پردیش لسانی کمیٹی نے اُردو کے سلسلے میں جو سوال نامہ جاری کیا تھا اسکے جوابات موصول ہونے کی آخری تاریخ بڑھا کر ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۱ کردی گئی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس اقدام کی تحریک یو۔ پی کونسل کے ایک ممبر کی یہ درخواست تھی کہ سوال نامہ اتر پردیش اسمبلی اور کونسل کے تمام ممبروں کو تقسیم کیا جائے اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ وزیر اعلیٰ اتر پردیش شری سی۔ بی۔ گپتا سے مشورہ کیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں ممبروں نے زبان کے مسئلہ پر اپنے خیالات ظاہر کرنے سے گہری دلچسپی ظاہر کی تھی اس لئے ممبروں میں سوال نامہ تقسیم کرنا مناسب ہوگا۔ چنانچہ اب یہ سوال نامہ اسمبلی اور کونسل کے تمام ممبروں کو بھیجا جا رہا ہے اور جوابات موصول ہونے کی آخری تاریخ بڑھا کر ۱۵ اکتوبر کردی گئی۔

معلوم ہوا ہے کہ کمیٹی کا اگلا جلسہ جوابات موصول ہونے اور ان کے ترتیب دئے جانے کے بعد ہی ہو سکے گا۔

ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی

دیوان جانی بہاری لال راضی

نام جانی بہاری لال تخلص راضی ولادت ۱۸۰۷ء میں بمقام بھرتپور ہوئی۔ قوم کے ناگر برہمن تھے۔ آپکے والد کا نام جانی نتھی رام تھا۔ راضی عربی فارسی اور سنسکرت کے ماہر تھے اور انگریزی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے "تلامذہ غالب" میں مالک رام صاحب نے آپ کی پیدائش کی جگہ آگرہ اور والد کا نام جانی بیج ناتھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ حکیم اصغر علی صاحب "ارژنگ راضی" پر تقریظ لکھتے ہوئے آپکا ذکر ان لفظوں میں کرتے ہیں:۔

"دیوان جانی بہاری لال صاحب خلف جانی نتھی رام صاحب ناگر گجراتی نے کہ جن کا بھرت پور زاد بوم ہے"

مسٹر مونیر ولیمز کی سنسکرت ویاکرن کا ترجمہ آپنے ہندی بھاشا میں کیا ہے اسکے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ "بھرتپور تراجنم استھان ہے"

مالک رام صاحب نے وفات کی تاریخ بغیر حوالے کے ۱۸۹۵ء لکھی ہے اور سید رفیق مارہروی صاحب نے "ہندوؤں میں اردو" میں آپکی وفات بغیر حوالے کے مالک رام صاحب کی طرح ۱۸۹۵ء لکھدی ہے۔ یہ دونوں وفات کی تاریخیں غلط ہیں کیونکہ راضی کو بھرت پور دربار سے ۳۰ اپریل ۱۸۹۷ء تک پنشن ملتی رہی۔ راضی مرحوم نے ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی تمام عمر مجرد رہے مسٹر ایم جعفر نے رسالہ "زمانہ" ستمبر ۱۹۳۳ء میں دیوان جانی بہاری لال راضی پر ایک مقالہ لکھا ہے تعلیم وملازمت کا حال خود راضی نے اپنے ترجموں کے دیباچوں میں لکھا ہے جس کا خلاصہ ایم جعفر نے مقالہ میں یہ لکھا ہے:۔

"سولہ برس کی عمر تک آگرہ چھ ماہ تک اعظم گڑھ تین برس تک بنارس کے چھوٹے اور چار برس تک بڑے مدرسہ میں تعلیم پائی اسکے بعد سلسلۂ ملازمت شروع ہوا۔ دو برس تک چنار گڑھ کی چھاؤنی میں سات برس تک باسٹھویں ہندوستانی پیدل میں منشی۔ پانچ برس تک بھرت پور دربار کی طرف سے ایجنٹ گورنر جنرل کی خدمت میں نائب وکیل۔ تین برس تک راجپوتانہ ایجنسی کے منشیوں میں سے ایک منشی۔ تین برس تک شالی کچھ مہاراجہ دھیراج مرزا مہاراؤ شری دیشل جی کے دیوان۔ اسکے بعد ۱۸۹۲ء تک دربار بھرت پور کی طرف سے ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کی خدمت میں وکیل رہے۔ اگرچہ اس بیان سے معلوم نہیں ہوتا کہ تعلیم کہاں تک تھی لیکن تصانیف وتالیفات سے عیاں ہے کہ عربی، فارسی، سنسکرت اور انگریزی بخوبی جانتے تھے۔ آخری دور ملازمت میں راجپوتانہ گزٹ کی ایڈیٹری کی خدمت بھی انجام دی سمبت ۱۹۳۴ میں آٹھ ماہ تک مہارانا شری سجن سنگھ والی میواڑ کے اتالیق رہے لیکن مہاراجہ بھرتپور نے واپس بلالیا۔ مہاراجہ قرولی کے دیوان بیجی ہاڑون کے راؤ نندھر بھوپال کو آبو پر بلا کر بغرض حفاظت وتعلیم ان کے پاس رکھا گیا۔ اگست ۱۸۹۰ء میں بوجہ ضعیفی دربار بھرت پور نے پنشن دے کر بھرت پور بلالیا اور پنچ سرداروں میں داخل کر دیا۔"

راضی کی تصانیف جو ہمیں دستیاب ہوسکیں انکی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) "دستور تحریری" یہ کتاب ۱۲۸۰ھ میں شائع ہوئی۔ اس میں عربی، فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی لفظوں کے املاء سے بحث کی ہے اور اصول خوشنویسی بتائے ہیں۔

(۲) "نگار راضی" یہ کتاب ۱۲۸۲ھ میں شائع ہوئی۔ یہ انوار سہیلی کا منظوم ترجمہ ہے۔ ترجمہ میں بڑی سلاست اور روانی ہے۔

(۳) "ارژنگ راضی" گلستان وبوستان سعدی کا منظوم ترجمہ "ارژنگ راضی" کے نام سے ۱۲۸۹ھ میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ منظوم کرکے راضی نے اردو علم وادب کو چار چاند لگادئے۔

(۴) "حسب حال" اس کتاب میں راضی نے اپنی سرگزشت بیان کی ہے۔

(۵) "یادگار راضی" یہ کتاب ۱۲۹۰ھ میں شائع ہوئی۔ قواعد عربی پر ایک قابل قدر کتاب ہے۔

(۶) "شادی نامہ" اس کتاب میں راضی نے راجپوتانہ کے وکیلوں کا مذاق اڑایا ہے۔ کتاب بڑی دلچسپ ہے۔

(۷) "تاریخ چتوڑ گڑھ" یہ کتاب بڑی قابل قدر ہے اس میں چتوڑ کی تاریخ کو نہایت ہی تحقیق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

راضی مرزا غالب کے شاگرد تھے اور اپنے عہد کے ممتاز ادیب شاعر اور مترجم ہونے کے علاوہ مورخ بھی تھے۔ "گلستان" "بوستان" اور "انوار سہیلی" کا منظوم ترجمہ کرکے آپنے اردو علم وادب پر بہت بڑا احسان کیا۔ مرزا غالب کے شاگردوں میں ان جیسا مترجم کوئی نہیں ہوا۔ محمد سلیم صدیقی نے لکھنؤ یونیورسٹی کے علمی وادبی رسالے میں ہندوؤں کی ادبی خدمات کے سلسلے میں ایک مقالہ لکھا تھا اس میں راضی کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

"لالہ جانی بہاری لال راضی کا شمار ان لوگوں میں ہے جنھوں نے اردو ادب پر خاص مہربانیاں کی ہیں۔ گلستان وبوستان سعدی کا منظوم ترجمہ کیا اور ارژنگ راضی نام رکھا۔ انوار سہیلی کا ترجمہ کیا اور اسکو نگار راضی کا نام دیا۔"

راضی بڑے کہنہ مشق شاعر تھے۔ غزلوں اور قصیدوں کے علاوہ آپنے اپنے حکیمانہ خیالات کو رباعیوں میں ادا کیا ہے۔ آپ کی غزل اخلاقی مضامین سے بھری ہوتی ہے اور غزل میں اخلاقی مضامین کو نظم کرنے میں آپکو بڑی مہارت تھی۔ اردو کے چند شعر ملاحظہ کیجئے:۔

جستجو نے گر کوئی بیٹھا صبر پیدا کیا ● رشک بیداد صنم نے دل میں ڈر پیدا کیا

مفت رسوا ہیں چاہ میں تیری ● کچھ نہ ٹھہرے نگاہ میں تیری
کوئی چڑھتا نہیں ہے آنکھوں میں ● ہے جو صورت نگاہ میں تیری
کھینچ لیتا ہے دل کو آنکھوں میں ● ہے وہ جذبہ نگاہ میں تیری

رو دیا گلزار میں وہ غیرت گل جو گیا ● ہر چراغ گل ہوائے رشک سے گل ہوگیا
دیکھنا راضی ذرا تاثیر عکس گلعذار ● تیل میں منہ اس نے دیکھا روغن گل ہوگیا

امتحاں گر خوشی سے خنجر کا ● بار ہے دوش پر مرے سر کا

نہ دوا فائدہ کرتی ہے کسی کی نہ دعا ● چشم بیمار نے کیسا مجھے بیمار کیا

دل بھی دشمن ہوا اس دشمن جاں کی خاطر
ہم جسے سمجھے تھے اپنا وہ بھی اپنا نہ ہوا

چھپاتی ہے بدی سیرت کی صورت ● نگوں سے عیب چھپتا ہے نگیں کا

مشکل ہے زندگی ترے بیمار عشق کی ● جیا ہے کوئی دعا کرے چاہے دوا کرے

شیخ جی آپ کی نصیحت سے ● عشق اور استوار ہوتا ہے
بدل جاتے ہیں آپکو کم اصل ● کچھ بھی گر اقتدار ہوتا ہے
حسن تسخیر سے نہیں خالی ● عشق بے اختیار ہوتا ہے

ایجنسی کی کتابیں

یادگارِ فرحت	مرتبہ غلام یزدانی قیمت مجلد ۰۰ر۴، غیر مجلد	۳ر۰۰	جنون و ہوش	جوش ملسیانی	۴ر۰۰
سماشیات	حبیب الرحمٰن	۲ر۰۰	ہفت رنگ	عرش ملسیانی	۳ر۰۰
تلگو ادب کی تاریخ	ڈی راما راجو	۴ر۰۰	تلامذہ غالب	مالک رام	۷ر۵۰
چنگیز (ڈرامہ)	محمد فضل الرحمٰن	۲ر۰۰	نوید گل	سعادت نظیر	۰ر۶۰
گوتم بدھ (منظوم سوانح حیات)	"	۱ر۰۰	آب و تاب	"	۱ر۵۰
سقراط (ڈرامہ)	"	۱ر۲۵	علی گڑھ میگزین مجاز نمبر ۱۹۵۹ء	شعبہ اُردو	۳ر۵۰
رپورٹ کل ہند اُردو کانفرنس		۲ر۰۰	"	"	۳ر۰۰
چراغِ منزل	شاہد صدیقی	۲ر۰۰	علی گڑھ تحریک	مرتبہ نسیم قریشی	۱۰ر۰۰
مزیدار کہانیاں	محمد حفیظ الدین	۰ر۳۷	حیدرآباد کے ادیب	زینت ساجدہ غیر مجلد ۰۰ر۴، مجلد	۵ر۰۰
بچوں کے گیت	لطیف النساء بیگم	۰ر۳۷	حیدرآباد کے شاعر	خواجہ حمید الدین شاہد " ۰۰ر۴	۵ر۰۰
چند بڑے آدمی	مقبول احمد سیوہاروی	۰ر۳۷	پھول اور کلیاں	سعادت نظیر	۰ر۶۰
ہونہار	شجاع احمد قائد	۰ر۳۷	انتخاب جدید نثر اُردو	سید احتشام حسین رضوی	۲ر۵۰
ابتدائی سماجی انسانیات	فاطمہ شجاعت	۳ر۰۰	قصیدہ عربیہ		۰ر۵۰
شخصیات اور واقعات جنھوں نے مجھے متاثر کیا		۵ر۰۰	تابش سہیل	افتخار اعظمی	۵ر۰۰
مسدس بے نظیر (دیان صاحب)	مرتبہ اثر رامپوری	۲ر۵۰	موج کوثر	اقبال سہیل	۰ر۵۰
اسباب بغاوت ہند	سید احمد خاں	۲ر۰۰	ارمغان حرم	مرتبہ افتخار اعظمی	۵ر۰۰
رگ جاں	ڈاکٹر خورشید الاسلام	۲ر۵۰	میری غزلیں	علی جواد زیدی	۲ر۵۰
آتش گل	جگر مرادآبادی	۶ر۰۰	غزل	مجروح سلطانپوری	۳ر۵۰
۱۹۶۵ء کے بہترین افسانے	ایم حبیب خاں	۲ر۲۵	مطالعہ غالب	اثر لکھنوی	۱ر۵۰
مکاتیب سرسید	مشتاق حسین	۶ر۵۰	انیس کی مرثیہ نگاری	"	۲ر۵۰
حالی کا سیاسی شعور	جذبی	۴ر۵۰	نوبہاراں	"	۲ر۵۰
فروزاں	"	۲ر۲۵	اُردو شاعری کی روایات	شارق میرٹھی	۴ر۰۰
مقدمہ کلام آتش	خلیل الرحمٰن اعظمی	۳ر۷۵	مجذوب اور ان کا کلام	محمد رضا انصاری	۱ر۵۰
فکر و ادب	دیویندر اسر	۳ر۷۵	گلدستہ محسن	محسن کاکوروی	۰ر۷۵
ہندی ساہتیہ برائے ایم۔اے	شعبہ اُردو	۲ر۰۰	پیام ساورتری	جگر بریلوی	۲ر۲۵
انتخاب نظم و نثر فارسی ایم۔اے	"	۲ر۵۰	رس	"	۲ر۰۰
اُردو نثر برائے بی۔اے	"	۲ر۷۵	فردوسی ہند	صفدر آہ سیتاپوری	۲ر۰۰
اُردو نظم بی۔اے	"	۱ر۰۰	نوبہ نو	"	۱ر۰۰
اُردو شاعری بی۔اے	"	۲ر۲۵	کتاب نورس	ڈاکٹر نذیر احمد	۲ر۵۰
ابتدائی اُردو نصاب بی۔اے	"	۱ر۲۵	تحقیقی مطالعے	"	۲ر۰۰
ابتدائی اُردو نصاب	ہندو یونیورسٹی "	۱ر۰۰	کیف سرمدی	ناشاد کانپوری	۲ر۰۰
اُردو نثر	" "	۱ر۵۰	جلوہ صد رنگ	حبیب احمد صدیقی	۳ر۰۰
انتخابات نظم	" "	۱ر۲۵	حیات سرمد	ابوالکلام آزاد	۰ر۳۷
ابھندان گرنتھ	جوش ملسیانی	۱۰ر۰۰	پڑھو اور بڑھو	محمد اسحاق صدیقی	۰ر۷۵

پتہ : انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ

پبلشر نذیر حسن پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا